بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اِن دنوں جب کہ قادیانی مسئلہ نے مسلمانوں کے اندر شدید اضطراب پیدا کر رکھا ہے اور وہ اس کے حل کے لیے سخت بیتاب نظر آتے ہیں بعض غیر ملکی جو ملّتِ اسلامیہ کے مزاج، اس کے عناصر ترکیبی، اس کے مذہبی احساسات سے ناواقف ہیں، مگر دنیائے اسلام کے مسائل سے کسی قدر دلچسپی رکھتے ہیں، اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے مختلف لوگوں کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ان حضرات کی گفتگو سننے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قادیانی پراپیگنڈے سے خاصے متاثر ہیں لیکن اس تاثر کی وجہ یہ نہیں کہ قادیانیوں کے دلائل وزنی ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے اندر رہ کر مذہب اور قومیت کے بارے میں ان کا جو زاویۂ نگاہ بن چکا ہے اس سے وہ اسلام کے اصل موقف کو صحیح طور پر جان ہی نہیں سکتے۔ انہیں یہ بات تو آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر ان کے وطن کا کوئی دشمن اس کی سرحدوں پر حملہ کرے تو اسے پوری قوت سے نیست و نابود کر دیا جائے یا ان کے اپنے معاشرے کا کوئی فرد یا گروہ اُن کے ملک کے خلاف کوئی سازش کرے تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے لیکن یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ کوئی قوم کسی مذہبی عقیدے پر چوٹ پڑنے سے تلملا اٹھے اور اس کے تحفظ اور دفاع کے لیے اپنی ملکی سرحدوں کی حفاظت سے زیادہ بیتاب دکھائی دے۔ چنانچہ جب بھی کسی غیر ملکی سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا ہے اُسے قریب قریب اسی قسم کی الجھن میں گرفتار پایا ہے۔ وہ اپنی اس ذہنی اُلجھن کے اظہار کے لیے خواہ کوئی انداز بیان اختیار کرے مگر اس بات پر اسے سخت حیرت ہوتی ہے کہ عقیدے کا اختلاف لوگوں کے مابین وجہ افتراق بن جائے اور اس اختلاف کی وجہ سے کوئی قوم اپنی ہی نسل اور اپنے ہی وطن سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے جسد سے الگ کرنے پر نہ صرف مُصر ہو بلکہ اسی میں اپنی عافیت اور اپنے دین اور ایمان کی عافیت سمجھتی ہو۔

اہل مغرب کا یہ استعجاب کوئی نیا نہیں۔ دنیا کی وہ قومیں جن کی اجتماعیت کا خمیر، رنگ، وطن، نسل اور زبان

کے امتیازات سے اٹھایا گیا ہے ان کے لیے عقیدہ کی اساس پر کسی اجتماعیت کا وجود ہمیشہ ناقابلِ فہم رہا ہے آج سے چودہ سو برس پیشتر ابوجہل بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ فکر اور طرزِ عمل پر حیران اور ششدر تھا کہ بلال حبشیؓ، صہیبؓ رومی اور بصرہ سے تعلق رکھنے والے حسنؒ تو حضور کی اُمت کے عظیم افراد شمار کیے جائیں مگر ان کے مقابلے میں مکہ کی خاک سے جنم لینے والا قریش کا سردار اور حضور سرورِ دوعالم کی برادری کا فرد کافر اور زندیق کہلائے۔ یہ بات جس طرح ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے لیے موجب حیرت تھی آج بھی اسلام کے تصورِ اجتماعیت سے ناواقفیت رکھنے والوں کے لیے حیرانی کا باعث ہے۔ یہ اسی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے حصار میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ نقب لگا کر اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتی رہتی ہیں اور جب ملتِ اسلامیہ ان کی ان ریشہ دوانیوں پر مضطرب ہو کر انہیں ان سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ اپنی مظلومیت کی دہائی دینا شروع کر دیتی ہیں اور یہ واویلا خاص طور پر ان حلقوں میں کیا جاتا ہے جو کسی مذہب کے اندر نقب زنی اور اس کے طریقِ کار اور کسی قوم کے لیے اس کے تباہ کن نتائج کا قطعاً کوئی شعور نہیں رکھتے۔ وہ زندگی کے کسی دوسرے معاملے میں خواہ رواداری کے بنیادی تصور سے بھی آشنا نہ ہوں مگر مذہب کے معاملے میں رواداری کے پرجوش مبلغ اور داعی ہوتے ہیں اور اسے انسانیت پر ایک صریح ظلم اور زیادتی خیال کرتے ہیں کہ عقیدے کا اختلاف کسی وجہ سے بھی انسانوں کے مابین وجہِ نزاع بن جائے۔

قادیانی اور اسی طرح کے بعض دوسرے باطل گروہ چونکہ اہلِ یورپ کی اس نفسیاتی کمزوری کو اچھی طرح جانتے ہیں اس لیے مسلمان جب کبھی اپنے ملی تحفظ کے لیے تگ و دو شروع کرتے ہیں تو یہ گروہ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے بجائے اسلام دشمن طاقتوں کی پناہ اور سہارا ڈھونڈنے لگتے ہیں، اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان بے بسوں اور مسکینوں پر مذہب کے معاملے میں محض جزوی اختلاف کی بنا پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ اس لیے انسانیت کے بہی خواہوں کا فرض ہے کہ وہ ان مذہبی دیوانوں کے خلاف جتھہ بندی کر کے انہیں تباہ کرنے کی فکر کریں کیونکہ اس مرحلہ پر اگر انہیں نہ روکا گیا تو پھر رواداری اور آزادی کا دنیا میں نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ قادیانیوں نے اس وقت اپنی صفائی میں جو زبردست مہم شروع کر رکھی ہے اس کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ساری مہم

میں ان حلقوں کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات کی اصل نوعیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ قادیانیوں کا روئے سخن یا تو مسلم معاشرے کے ان بے دین عناصر کی طرف ہوتا ہے جو اسلام کے پیچھے پہلے ہی سے ادھار کھائے بیٹھے ہوتے ہیں اور اسے مٹا دینے کا ناپاک عزم رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ اس باطل گروہ کی خود اس سے بڑھ کر وکالت کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ عقیدے کے اختلاف کی وجہ سے جب انسان اور انسان کے مابین امتیازات ختم ہونے لگیں تو پھر دینی حمیت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور قوم مذہبی اعتبار سے راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے جسے باطل کی آندھیاں جس طرف چاہتی ہیں بڑی آسانی کے ساتھ اڑا کر لے جاتی ہیں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے یہ اسلام دشمن طاقتیں برسوں سے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔

مسلم ممالک اور مسلم معاشرے سے باہر نکل کر یہ لوگ کفر کے ہر دروازے پر کھڑے ہو کر بڑے جذباتی انداز میں اپنی مظلومیت اور بے بسی کی جھوٹی داستانیں سنانے اور مسلمانوں کے خلاف کفار کے جذبات کو بھڑکانے کی کوششیں کر رہے ہیں اور دانستہ طور پر اُن کے اس باطل خیال کو تقویت پہنچانے میں سرگرم عمل ہیں کہ دنیا ملت اسلامیہ کے نام سے جس قوم کو جانتی ہے وہ انسانوں کی کوئی تنظیم نہیں بلکہ انسان نما آدم خوروں کی ایک بھیڑ ہے جو چند لاکھ بے گناہ انسانوں پر مذہبی دیوانگی کے عالم میں ناحق ظلم و ستم ڈھا رہی ہے۔ قادیانی اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف جو مذموم کارروائیاں کر رہے ہیں چونکہ دنیا اُن کے پس منظر اور اُن کی حقیقی نوعیت سے ناواقف ہے اس لیے بسا اوقات بھلے اور شریف لوگ بھی ان کے فریب میں آجاتے ہیں۔

اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے مابین اختلاف اس قدر واضح اور وسیع ہے جس قدر اسلام اور کفر کے درمیان ممکن ہو سکتا ہے۔ سخت دھوکے میں مبتلا ہیں وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان ماننے والوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو پیغمبر تسلیم کرنے والوں کے مابین چند ظاہری اعمال کے اشتراک کی وجہ سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اِس اختلاف کی نوعیت فروعی ہے جسے "ملاؤں" کی جہالت اور تنگ نظری نے اصولی اور بنیادی بنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھتا ہے وہ کاذب اور مفتری ہے۔ اس بنا پر جو انسان بھی اِس کے ساتھ عقیدت و محبت کا رشتہ استوار کرتا ہے یا کسی

درجہ میں بھی اس کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوتا ہے وُہ دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہے۔ نبوت کا دعویٰ کوئی شاعرانہ تعلّی یا مجذوب کی بڑ نہیں جسے آسانی کے ساتھ نظر انداز کیا جاسکتا ہو۔ یہ حیات انسانی کا نہایت ہی اہم فیصلہ ہے جس پر کسی فرد کی دنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا دار و مدار ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص نبوت کا دعویٰ لے کر اُٹھتا ہے تو وہ پوری نوع بشری کو سخت آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اگر نبوت کا دعویدار اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ پر سب سے بڑا بہتان باندھتا ہے اور اس وجہ سے وہ خود بھی اور اس کے پیروکار بھی جہنم کی سزا کے مستوجب ٹھیرتے ہیں اور اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہو تو پھر اس کی تکذیب کرنے والوں کی دنیا اور آخرت برباد ہوتی ہے۔ اس دعوائے نبوت کی تصدیق و تکذیب پر اقوام و ملل تشکیل پاتی ہیں اور کفر اور اسلام کے مابین واضح امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ یہ دعوائے کسی فرد اور معاشرے کی زندگی میں کس قدر غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کا مرتبہ و مقام اُس موقف کی بنیاد پر متعین ہوتا ہے جو وہ نبوت کا دعوائے کرنے والوں کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ نبوت کے جھوٹے دعویدار کو نبی برحق مان لیتا ہے تو وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اگر وہ سچے نبی کے دعوائے نبوت کو جھٹلا دیتا ہے تو پھر وہ جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اگر آپ نبوت کے بلند مرتبہ و مقام پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کفر و اسلام کے مابین تفریق، اسلامی عقائد اور تعلیمات کا صحیح شعور اور اللہ کی معرفت اور خود انسان کو اپنی ذات کی پہچان صرف سچے نبی کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر نبوت کا واسطہ درمیان سے ختم ہو جائے یا اگر انسان سچی نبوت کی رہنمائی سے بے نیاز ہو کر حق و صداقت کے راستے پر چلنے کی کوشش کرے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پیغمبر صادق پر ایمان اور خلوص اور دیانتداری کے ساتھ اس کی پیروی اُس شخص کی دنیوی اور اخروی بھلائی کی واحد ضمانت ہے اور جھوٹے نبی پر ایمان تو کجا کسی اعتبار سے اس کی پذیرائی بھی سراسر کفر اور الحاد ہے۔ اس بنا پر سچے نبی کے پیرو اور جھوٹے نبی کے حلقہ بگوش ایک اُمت کی حیثیت سے کبھی زندہ نہیں رہ سکتے خواہ اُن کے ظاہری اعمال میں کسی حد تک مماثلت بھی پائی جاتی ہو۔ جس طرح تاریکی اور روشنی یکجا نہیں ہوسکتیں بالکل اسی طرح نبوت باطلہ سے وابستہ ہونے والے اور پیغمبر صادق و مصدوق کے غلاموں کے مابین کوئی اشتراک ممکن نہیں ہوسکتا کیونکہ جب بنیاد ہی ایک دوسرے سے الگ اور جداگانہ ہو تو دوسرے معاملات میں اختلاف بالکل ناگزیر ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص دل اور

زبان سے یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ فلاں مقدس ذات کو نبی برحق سمجھ کر اس پر ایمان لاتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اس اقرار پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ اس اقرار کے ساتھ اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وہ عظیم المرتبت انسان جسے اس نے توحید باری تعالیٰ کے ساتھ خدا کا پیغمبر بھی تسلیم کیا ہے وہی اس کی عقیدت اور محبت کا سب سے بڑا مرکز و محور، اس کے لیے سب سے بڑا ہادی اور رہنما اور فکر و عمل کے لحاظ سے سب سے ارفع و اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کا قول حق و باطل کے درمیان قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی کی دکھائی ہوئی راہ ہدایت ہی انسان کو دنیا و آخرت میں فائز المرام کرتی ہے۔ الغرض انسان کو اس زندگی میں جو کچھ بھی مطلوب ہوتا ہے خواہ وہ عقیدے کی صورت میں ہو یا افکار و اعمال کی صورت میں وہ اس کی صحت کے جانچنے کے لیے صرف اسی ذات کی طرف رجوع کرتا ہے جس پر وہ خدا کے رسول کی حیثیت سے ایمان لاتا ہے۔

ایمان بالرسالت کا ایک دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کے رشد و ہدایت کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لاتعداد انبیاء مبعوث فرمائے اور حضور پر تکمیل دین اور سلسلہ نبوت ختم کر کے یہ نازک ذمہ داری اُمت مسلمہ کو سونپ دی اس لیے اس حکیم اور علیم و خبیر ذات نے اس بات کا بھی خاص طور پر التزام کیا کہ حضور سرور دو عالم کے بعد کوئی شخص اگر مہبط وحی ہونے کا دعویدار ہو تو اُسے کاذب سمجھ لیا جائے کیونکہ اس کی اس حیثیت کو تسلیم کر لینے کے بعد نہ تو اسلام مکمل دین رہتا ہے نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی قرار پا سکتے ہیں اور نہ اُمت مسلمہ آخری اُمت تسلیم کی جا سکتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کی نبوت کو ماننے کے معنی یہ ہیں کہ حضورؐ کے لائے ہوئے دین کی عملاً وہ حیثیت رہ جائے جو سابقہ ادیان کی تھی اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ پر فائز ہو جائیں جو حضورؐ کے مقابلے میں سابق انبیاء کا ہے اور امت مسلمہ اس مقام کی حامل بن جائے جو پہلے انبیاء کی امم کا تھا۔ انسان چونکہ حق و باطل کا واحد معیار صرف ایک ذات کو قرار دے سکتا ہے اور پیروی کے لیے کامل نمونہ صرف ایک شخصیت کو ہی بنا سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان سے ایمان بالرسالت کے تحت جو کچھ تقاضا کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ حضورؐ سے پہلے انبیاء پر سچے دل سے ایمان لائے کیونکہ اسی ایمان ہی سے ایک انسان اس حقیقت کا پورے وثوق اور شعور سے اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے اپنے خاص بندوں کو منتخب فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے لیکن فکر و عمل میں پیروی صرف اس مقدس ذات کی کی جائے جسے نبی آخر الزمان کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اب اگر

حضورؐ کے بعد کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو وہ پہلے انبیا علیہم السلام کے دعوے کی صداقت کو تسلیم کرنے اور ان کی عظمت کا اقرار کرنے کے باوجود لوگوں سے بہر حال اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اب نئے نبی مبعوث ہونے تک حق و باطل کا واحد معیار صرف اُسے ہی تسلیم کیا جائے اور زندگی کے ہر میدان میں صرف اسی کی پیروی کی جائے۔

یہاں ہم قادیانیوں کی پھیلائی ہوئی ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ سادہ لوح عوام کو بہکانے کے لیے بڑے معصومانہ انداز میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو زندگی کے ہر معاملے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں چنانچہ ہمارے نماز پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو عام مسلمانوں کا ہے، روزے بھی ہم اسی انداز سے رکھتے ہیں جس طرح کہ دوسرے مسلمان رکھتے ہیں اس کے باوجود تم ہم پر یہ الزام دھرتے ہو کہ ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے نکل کر مرزا صاحب کی اُمت میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ محض ابلہ فریبی اور دھوکہ بازی ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے پیرو اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبوت کا ہر دعویدار خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا پہلے انبیاء کی ساری تعلیمات کو کالعدم قرار نہیں دے دیتا بلکہ ان میں سے بعض کو اپنی اصلی شکل و صورت میں قائم رہنے دیتا ہے۔ بعض میں مناسب تغیر و تبدل کر کے انھیں اپنی امت کے سامنے پیش کرتا ہے اور بعض کو یکسر منسوخ کر دیتا ہے۔ اب اگر یہ دیکھنا مقصود ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے حضور سرور دو عالم کو کس حد تک اپنا ہادی اور مطاع سمجھتے ہیں اور حضورؐ سرور دو عالم کے مقابلے میں وہ مرزا صاحب کو کس مرتبہ و مقام پر فائز خیال کرتے ہیں تو انہیں ان اعمال کو دیکھنے کی ضرورت نہیں جن پر مرزا صاحب نے صاد کیا ہے بلکہ ان احکام کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے جنہیں مرزا صاحب نے منسوخ کیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ مرزا صاحب اور اُن کے پیرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اُن کے مقام کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ مثال کے طور پر جہاد کے معاملہ ہی میں مرزا صاحب کا موقف اور اُن کے پیرؤوں کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد بالسیف کی عظمت اور دنیا و آخرت میں اس کی غیر معمولی اہمیت کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے اسے مسلم اور غیر مسلم دونوں اچھی طرح جانتے ہیں مگر مرزا صاحب نے اسے یکسر منسوخ قرار دیا ہے اور پھر اس کی تنسیخ کا فیصلہ جن الفاظ میں کیا ہے انہیں دیکھ کر اس امر کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص خواہ زبان سے کچھ ہی کہتا رہے مگر

زعم باطل میں اپنی ذات کو (معاذ اللہ) حضورؐ کی ذات اقدس سے بلند تر سمجھتا ہے اور اپنے ذہن میں یہ فاسد خیال پوری طرح بٹھائے ہوئے ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو منسوخ کرنے کا پورا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ و جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

اعلان مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی ص ۴۹

اس ضمن میں نثر کے ایک اقتباس پر بھی غور فرمائیں اور دیکھیں اس کا تحریر کرنے والا اپنے آپ کو کس بلند مقام پر فائز سمجھتے ہوئے یہ بات کر رہا ہے:

"سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ب، ت ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

جہاد کے موقوف ہونے کو مرزا صاحب اپنی 'بعثت' کا مقصد اعظم قرار دیتے ہیں تریاق القلوب کے ضمیمہ اشتہار واجب الاظہار میں لکھتے ہیں:

"غرض میں اس لیے ظاہر نہیں ہوا کہ جنگ و جدال کا میدان گرم کروں بلکہ اس لیے ظاہر ہوا ہوں کہ پہلے مسیح کی طرح صلح و آشتی کے دروازے کھول دوں۔ اگر صلح کاری کی بنیاد درمیان نہ ہو تو پھر ہمارا سارا سلسلہ فضول ہے اور اس پر ایمان لانا بھی فضول ہے۔"

تریاق القلوب ص ۳۳۵

(بقیہ اشارات بر صفحہ ۴۲)